International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:04, Issue: 01, Jan-Jun 2024
pp:387 - 414

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

اسلام میں بین المذاہب رواداری: قرآنی تعلیمات، احادیث مبارکہ، اور سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں دور جدید کا جائزہ

Interfaith Tolerance in Islam: An Overview of Quranic Teachings, Prophetic Hadiths, and the Seerah in the Modern Era

Saima Saleem
M Phil Scholar, Islamic Studies, IHA, KFUEIT RYK
saimasaleem2125@gmail.com
Dr. Shahid Habib
Assistant Professor, Islamic Studies, IHA, KFUEIT RYK
shahid.habib@kfueit.edu.pk
Dr. Mazhar Hussain Bhadroo
Lecturer, Islamic Studies, IHA, KFUEIT RYK
mazharhussainbhadroo@gmail.com

Abstract

Interfaith tolerance is a pivotal aspect of Islamic teachings, deeply rooted in the Quran, the Hadiths, and the life of the Prophet Muhammad (Seerah). This paper explores the concept of interfaith tolerance in Islam, highlighting the Quranic verses that advocate for peaceful coexistence and respect for people of different faiths. It delves into the Hadiths that emphasize kindness, justice, and compassion towards non-Muslims. Furthermore, the Seerah of the Prophet Muhammad exemplifies practical instances of interfaith tolerance, showcasing his interactions with followers of other religions. The modern era presents new challenges and opportunities for interfaith tolerance. The paper examines how Islamic teachings can be applied in contemporary contexts to promote harmony and understanding among diverse religious communities. It addresses misconceptions about Islam's stance on interfaith relations and provides examples of successful interfaith initiatives led by Muslims globally. The conclusion synthesizes the insights gained from the Quran, Hadiths, and Seerah, offering a comprehensive perspective on how Islamic principles can guide interfaith tolerance in the 21st century. By revisiting these

foundational texts, Muslims and non-Muslims alike can find common ground and work towards a more inclusive and peaceful world.
Keywords: Islam, interfaith tolerance, Quran, Hadith, Seerah

تعارف موضوع

اسلام میں بین المذاہب رواداری ایک اہم موضوع ہے جو قرآنی تعلیمات، احادیث مبارکہ اور سیرت طیبہ ﷺ میں گہرائی سے جڑا ہوا ہے۔ یہ مقالہ اسلام میں بین المذاہب رواداری کے تصور کو اجاگر کرتا ہے، قرآنی آیات کی روشنی میں جو مختلف مذاہب کے لوگوں کے ساتھ پرامن بقائے باہمی اور احترام کی تلقین کرتی ہیں۔ یہ ان احادیث کا جائزہ لیتا ہے جو غیر مسلموں کے ساتھ مہربانی، انصاف اور ہمدردی پر زور دیتی ہیں۔ مزید برآں، سیرت طیبہ ﷺ میں بین المذاہب رواداری کی عملی مثالوں کو پیش کیا جاتا ہے، جو دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے تعاملات کو ظاہر کرتی ہیں۔ دور جدید میں بین المذاہب رواداری کے نئے چیلنجز اور مواقع پیش آتے ہیں۔ یہ مقالہ اس بات کا جائزہ لیتا ہے کہ کس طرح اسلامی تعلیمات کو موجودہ حالات میں لاگو کیا جاسکتا ہے تاکہ مختلف مذہبی برادریوں کے درمیان ہم آہنگی اور افہام و تفہیم کو فروغ دیا جاسکے۔ یہ اسلام کے بین المذاہب تعلقات پر موقف کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ کرتا ہے اور دنیا بھر میں مسلمانوں کی قیادت میں کامیاب بین المذاہب اقدامات کی مثالیں فراہم کرتا ہے۔

رواداری کا لغوی معنی و مفہوم۔

لفظ رواداری دو لفظوں سے مرکب ہے روا اور داری۔ روا کا مطلب ہے جائز جاری اور مناسب۔ جبکہ داری کا مطلب ہے ملحوظ خاطر رکھنا لحاظ رکھنا۔ دونوں لفظوں کو ملا کر اس کا معنی لحاظ رعایت اور پاس رکھنا کیا جاتا ہے۔[1] اسی طرح عربی زبان میں رواداری کا معنی ادا کرنے کے لئے لفظ تسامح، عفو، صفح استعمال ہوتا ہے۔[2] جبکہ انگریزی میں لفظ tolerance استعمال ہوتا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا نے اس کی وضاحت کچھ یوں کی ہے۔

Tolerance ”:Intellectual and practical acknowledgement of the rights of others to live in accordance with religious beliefs that are not accepted as one own.[3]”

Intolerance “ :Lack of toleration unwillingness or refusal to tolerance or respect contrary opinion or belief person of different race or background etc.[4]”

رواداری کا اصطلاحی معنیٰ۔

اصطلاح میں برداری کا مطلب یہ ہے کہ جن افراد کے نظریات وعقائد ہمارے نزدیک درست نہیں ہیں ہم ان عقائد اور اصحاب عقائد کو پورے شرح صدر اور کھلے دل سے برداشت کریں انکے اظہار خیال کا احترام کریں اور ان کی مقدس چیزوں کو تقدس دیں۔

اسلام کا تصور رواداری۔

اسلام امن وشانتی کا مذہب ہے، وہ رواداری، قومی یکجہتی اور بھائی چارہ کے فروغ کا سب سے بڑا علمبر دار رہا ہے۔ اسلام سراپا دین رحمت ہے، وہ ہر قوم ووطن میں اور پوری انسانیت کے لیے امن وشانتی چاہتا ہے اور قرآن وسنت میں جگہ جگہ نرم دلی اور رحم وکرم کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسلام کی تاریخ رواداری اور اخوت کی رہی ہے۔ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح و سمجھوتہ اور امن وشانتی کی اہمیت وافادیت اور دوسروں کے ساتھ رواداری کی ضرورت کو واضح کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر آج بھی کوئی حلف الفضول جیسے معاہدہ کی بات کرتا ہے تو ہم اس طرح کے معاہدہ میں شامل ہونے کے لیے تیار ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حلف الفضول میں شامل ہو کر یہ پیغام دیا ہے کہ جب امن وشانتی کی بات آئے اور انسانیت کی فلاح وبہبود کی بات ہو تو ہم تمام مسلمانوں کو اس میں پیش پیش رہنا چاہئے۔

اسلام دنیا کا وہ مذہب ہے جس نے نہ صرف قلیل مدت میں پوری دنیا کو اپنے آغوش میں لے لیا بلکہ اسی مختصر مدت میں دنیا کے تین چوتھائی حصے پر اپنی حکومت بھی قائم کی۔ ڈیڑھ ہزار برس پر مشتمل اسلامی تاریخ نے امن و آشتی اور بین المذاہب رواداری کی ایسی مثالیں پیش کیں جن کی نذیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔

روداری اور برداشت کے حوالے اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کی رواداری کی سب سے روشن مثال صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کا واقعہ ہے جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے بے مثال رواداری کا مظاہرہ کیا۔ خلفائے راشدین، مسلم سلاطین اور ہمارے اسلاف، علماء و صوفیاء مصلحین اپنے اپنے زمانے میں امن وشانتی، بھائی چارہ، قومی یکجہتی اور رواداری کے علمبر دار رہے ہیں۔ جس کی تفصیلات کے بارے زیر بحث مقالہ میں بحث کی جائیں گی۔

ذیل میں ہم اسلام کے تصور روادری اور باہمی بھائی چارے، انسان دوستی اور معاشرتی اخوت کے حوالے سے قرآن وسنت کی تعلیمات کے حوالے سے بحث پیش کر رہے ہیں۔

قران کریم میں رواداری کا تصور۔

ذیل میں ہم رواداری اور باہمی بھائی چارے سے متعلق چند قرآنی آیات پیش کرتے ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَ أُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِير ۔[5]

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو، بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔

اس آیتِ کریمہ نے مساوات کا یہ عظیم اصول بیان فرمایا ہے کہ کسی کی عزت و شرافت کا معیار اس کی قوم، اس کا قبیلہ، یا وطن نہیں ہے بلکہ تقوی ہے؛ اور اللہ تعالیٰ نے مختلف قبیلے خاندان قومیں اس لیے نہیں بنائیں کہ وہ ایک دوسرے پر اپنی برتری جتاتی رہیں بلکہ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ بے شمار انسانوں میں باہمی پہچان کے لیے کچھ تقسیم قائم ہو جائے۔

ایسے ہی آیت مبارکہ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ [6]

اے ایمان والو! اللہ کے واسطے ان صاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو، انصاف کرو کہ یہی بات تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ اس سے خبردار ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

رواداری کے سلسلے میں یہ آیت بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے کہ رواداری کو عدل کا مترادف قرار دیا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ مذہب، تہذیب، ثقافت، زبان رنگ و نسل میں اختلاف رکھنے والے ہر شخص کے ساتھ خواہ وہ دوست ہو یا دشمن اس کے ساتھ آپ عدل و انصاف کا معاملہ کرے اس کے مذہب وغیرہ کی وجہ سے اس کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہ کیا جائے نہ کسی طرح کی زیادتی یا ظلم روا رکھا جائے آیت کریمہ کا مطلب یہی ہے کہ کسی قوم سے تمہاری عداوت اور دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف چھوڑ دو بلکہ تم کو تو ہر حال میں انصاف ہی کرنا ہے۔

لوگوں میں ادیان کے اختلاف کو قرآن پاک میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ ٱلنَّاسَ أُمَّةً وَٰحِدَةً ۖ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۔ [7]

اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو تمام لوگوں کو (زبردستی) ایک ہی امت بنا دیتا جبکہ وہ اسی طرح اختلاف کرتے چلے آرہے ہیں۔

اس آیتِ کریمہ میں جس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے وہ بھی رواداری کی ایک اہم بنیاد ہے کہ ہر شخص کے پیش نظر یہ بات رہنی چاہیے کہ مختلف طبقات میں جو مذہبی اور فکری اختلاف ہے وہ فطری ہے اس کو ختم نہیں کیا جا سکتا اس لیے فراغ دلی کا مظاہرہ کیا جائے اور دوسروں کے مذہبی عقائد و نظریات وغیرہ کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کیا جائے اور ان کے ساتھ مذہبی، سیاسی، فکری اور علمی رواداری کا معاملہ کیا جائے ۔

نوع انسانی کو فضیلت بخشنے کے متعلق قرآن پاک میں وارد ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۔ [8]

اور یقینی طور پر ہم نے اولاد آدم کو عزت عطا کی اور انہیں خشکی اور سمندر میں (سواریوں پر) سوار کیا اور انہیں پاکیزہ روزی دی اور انہیں اپنی بہت سی مخلوقات پر مکمل فضیلت بخشی۔

یعنی آدمی کو حسن صورت، نطق، تدبر اور عقل و حواس عنایت فرمائے جن سے دنیوی اور اخروی مضار و منافع کو سمجھتا ہے اور اچھے برے میں تفریق کرتا ہے غرض نوع انسانی کو حق تعالی نے کی حیثیت سے عزت و بڑائی دے کر اپنی بہت بڑی مخلوق پر فضیلت دی ۔

مذہبی آزادی کی ضمانت کے حوالے سے ارشاد باری تعالی ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۔

دین (قبول کرنے) میں اکراہ نہیں ہے یقینا ہدایت کی راہ گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔

"اس آیت کریمہ میں مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے کہ کسی پر مذہب اور عقیدے کو بدلنے میں زور زبردستی نہ کی جائے اس کا تعلق دل اور ضمیر سے ہے رواداری میں اس اصول کی بڑی اہمیت ہے۔

اسی حقیقت کو سورہ کافرون میں بیان کیا گیا ہے۔

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۔ [9]

تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔

ایسے ہی ارشاد باری تعالی ہے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۔ [10]

تو (اے پیغمبر!) اگر یہ لوگ روگردانی کریں تو آپ کے ذمہ واضح تبلیغ کے علاوہ کچھ نہیں۔

آپ کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ واضح طریقے سے پیغام پہنچا دو یعنی اس قدر احسانات سن کر بھی خدا کے سامنے نہ جھکیں تو آپ کچھ غم نہ کھائیے آپ اپنا فرض ادا کر چکے ہیں کھول کھول کر تمام ضروری باتیں سنا دی گئیں آگے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجیے ۔

اس حوالے سے ایک قصہ نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک غیر مسلم غلام تھا جس کا نام وسق تھا حضرت کی دلی خواہش تھی کہ وہ حلقہ بگوش اسلام ہو جائے اپنے اس سے بار بار اپنی خواہش کا اظہار بھی فرمایا لیکن اس نے ہمیشہ انکار کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے انکار پر ہمیشہ یہی فرماتے لا اکراہ فی الدین پھر اپ نے اسے آزاد بھی فرما دیا۔

ایسے ہی آیت مبارکہ ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِیَ اَحْسَنُ۔ [11]

)اے رسولؐ! لوگوں کو) حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے پروردگار کی راہ کی طرف بلایئے اور اچھے طریقے سے بحث و مباحثہ کیجئے۔

اگر کسی ملک میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم بھی رہتے ہیں تو مسلمانوں کو اس کی اور ہدایت ہے کہ وہ امن و سلامتی، عدل وانصاف، مساوات ورواداری، ہمدردی و یکجہتی فیاضی اور انسانیت نوازی پر مشتمل اسلامی تعلیمات سے غیر مسلم حضرات کو روشناس کرائیں اور ان کو مؤثر نصیحت اور عظمت کے ساتھ دین کی دعوت پیش کریں لیکن کسی طرح دباؤ بنانے اور زور زبردستی کرنے کی کوشش نہ کی جائے اگر وہ نہ مانے اور مذہب کے سلسلے میں مذاکرات اور بحث و مباحثہ کرنا چاہیں تو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ مذہبی گفتگو شنید ہونی چاہیے۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالی ہے۔

قُلْ يَاَهلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَة سَوَاءِبَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا الله وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ الله فان تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشهد وْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۔ [12]

کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے وہ یہ کہ ہم خداوند عالم کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی بھی ایک اللہ کے علاوہ کسی کو اپنے "ارباب" نہ بنائے' پس اگر وہ (اس پیشکش سے)روگردانی کریں تو ان سے کہو تم گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔

آیت کریمہ میں نبی اکرم ﷺ کو حکم فرمایا گیا ہے کہ آپ اہل کتاب کو توحید خالص کی دعوت دیں جو مسلمان اور اہل کتاب میں قدر مشترک ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ الله فَيَسُبُّوا الله عَدْوًا بِغَيْرِعِلْمٍ ۔ [13]

اور جو لوگ خدا کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں ان (کے معبودوں) کو گالیاں مت دو جس کے نتیجہ میں وہ بھی جہالت اور دشمنی کی وجہ سے خداوند متعال کو ناسزا کہیں گے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ کافروں کے سامنے ان کے معبودوں کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال نہ کریں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کافر لوگ اس کے جواب میں اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کر سکتے ہیں اگر انہوں نے ایسا کیا تو اسکا سبب تم بنو گے اور جس طرح اللہ تعالی کی شان میں خود گستاخی کرنا حرام ہے اسی طرح اس کا سبب بننا بھی ناجائز ہے۔

ایسے ہی آیت مبارکہ ہے:

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ۔ [14]

اور کہہ دے میرے بندوں کو کہ بات وہی کہیں جو بہتر ہو شیطان جھڑپ کرواتا ہے ان میں شیطان ہے انسان کا دشمن صریح۔ .

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ جب ان کی غیر مسلموں کے ساتھ گفتگو تو ان کے ساتھ خوش اسلوبی کے ساتھ بات کیا کریں کیونکہ غصے کے عالم میں سخت قسم کی باتوں سے فائدے کے بجائے نقصان ہوتا ہے اور ایسی باتیں شیطان اس لیئے کہلواتا ہے کہ ان سے فساد پیدا ہو ۔

ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ۔ [15]

دفاع اس بات سے کیجیے جو اچھی ہو پھر ناگہاں وہ شخص جو تیرے اور اس کے درمیان دشمنی تھی ایسا ہو گا گویا کہ وہ مخلص دوست ہے۔

یعنی ان کی بدکلامی اور گالی گفتار کا جواب برے الفاظ میں دینے کے بجائے شریفانہ انداز میں دیتے ہیں۔ یہاں نمونے کے طور پر صرف چند آیات اور ان کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے ورنہ جن آیتوں میں عدل و انصاف، رواداری اور انسانی حقوق کی رعایت کا حکم ہے وہ خاصی ہیں۔

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ۔ [16]

اور جب ان سے بے سمجھ لوگ بات کریں تو کہتے ہیں سلام ہے۔

بین المذاہب رواداری سے متعلق احادیث مبارکہ۔

ذیل میں ہم رواداری اور باہمی بھائی چارہ کے حوالے سے چند احادیث پیش کرتے ہیں۔

۱۔ عن ابي هريرة ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يا ابا هريرة، كن ورعا تكن اعبد الناس، وكن قنعا تكن اشكر الناس، واحب للناس ما تحب لنفسك ۔ [17]

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ابوہریرہ! ورع و تقویٰ والے بن جاؤ، لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ گے، قانع بن جاؤ، لوگوں میں سب سے زیادہ شکر کرنے والے ہو جاؤ گے، اور لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو

۲۔ عن ابي ذر، قال: قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: " اتق الله حيثما كنت، و اتبع السيئة الحسنة تمحها، وخالق الناس بخلق حسن[18]"

ترجمہ: ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" : جہاں بھی رہو اللہ سے ڈرو، برائی کے بعد) جو تم سے ہو جائے (بھلائی کرو جو برائی کو مٹا دے اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ"۔

حسن اخلاق سے پیش آنے کا حکم تمام لوگوں کے ساتھ دیا گیا ہے چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم اور حسن اخلاق میں قولی یا فعلی دونوں طرح کے اچھے اخلاق شامل ہوتے ہیں۔

۳۔ عن عائشة ، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: "إن الله رفيق يحب الرفق في الامر كله." [19]

ترجمہ حدیث : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" : بیشک اللہ نرمی کرنے والا ہے اور سارے کاموں میں نرمی کو پسند کرتا ہے"۔

۴۔ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: " انْطَلِقُوا بِاسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ، وَلَا تَقْتُلُوا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً وَلَا تَغُلُّوا وَضُمُّوا غَنَائِمَكُمْ وَأَصْلِحُوا وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ[20]."

ترجمہ حدیث : انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کو رخصت کرتے وقت فرمایا" : تم لوگ اللہ کے نام سے، اللہ کی تائید اور توفیق کے ساتھ، اللہ کے رسول کے دین پر جاؤ، اور بوڑھوں کو جو مرنے والے ہوں نہ مارنا، نہ بچوں کو، نہ چھوٹے لڑکوں کو، اور نہ ہی عورتوں کو، اور غنیمت میں خیانت نہ کرنا، اور غنیمت کے مال کو اکٹھا کر لینا، صلح کرنا اور نیکی کرنا، اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے"۔

یہ وہ وصیت ہے جو سرکار دو عالم ﷺ دشمنوں سے مقابلے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روانہ فرماتے وقت ارشاد فرما رہے ہیں اس میں دشمنوں اور غیر مسلموں کے ساتھ عدل و انصاف کرنے اور ظلم و زیادتی سے اجتناب کرتے رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

۵۔عن رسول الله ﷺ قال: "الا من ظلم معاهدا او انتقصه او كلفه فوق طاقته او اخذ منه شيئا بغير طيب نفس فانا حجيجه يوم القيامة." [21]

ترجمہ حدیث : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" : سنو! جس نے کسی ذمی پر ظلم کیا یا اس کا کوئی حق چھینا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالا یا اس کی کوئی چیز بغیر اس کی مرضی کے لے لی تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے " وکیل "ہوں گا"۔

۶۔ عن ابي هريرة ، عن النبي ﷺ قال: "من قتل معاهدا له ذمة الله وذمة رسوله لم يرح رائحة الجنة وإن ريحها ليوجد من مسيرة سبعين عاما." [22]

ترجمہ حدیث : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا" : جس نے کسی ایسے ذمی کو قتل کر دیا جسکو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے پناہ دے رکھی ہو، تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا، حالانکہ اس کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے"۔

۷۔عن اسماء، قالت: قدمت علي امي راغبة في عهد قريش وهي راغمة مشركة، فقلت: يا رسول الله، إن امي قدمت علي وهي راغمة مشركة افاصلها، قال: "نعم فصلي امك." [23]

ترجمہ حدیث : اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے پاس میری ماں آئیں جو قریش کے دین کی طرف مائل اور اسلام سے بیزار اور مشرکہ تھیں، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میری ماں میرے پاس آئی ہیں اور وہ اسلام سے بیزار اور مشرکہ ہیں، کیا میں ان سے صلہ رحمی کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :ہاں، اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو"۔

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی سخت تاکید ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ایک اور حدیث شریف میں فرمایا

۸۔عن ابي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا او ليصمت."

ترجمہ حدیث : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات زبان سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔"[24]

بین المذاہب رواداری: کتبِ سیرت کے تناظر میں

قبل از اسلام عرب معاشرہ اور عدم رواداری ۔

اسلام سے قبل عربوں میں مرکزیت کا فقدان ہونے کی وجہ سے معمولی باتوں پر جنگوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا اور نسل در نسل وحشیانہ جنگ جاری رہتیں ان لڑائیوں نے انتقام خون کی رسم پیدا کر دی۔[25] اہل عرب جنگ کو اونٹ سے تشبیہ دیتے تھے جو سب سے زیادہ منتقم مزاج جانور ہے۔[26] عرب جاہلیت کی جنگوں اور خونریزیوں کو مورخین ایام العرب سے موسوم کرتے ہیں جنگوں کی تعداد سینکڑوں سے زیادہ ہے میدانی نیشاپوری نے کتاب الامثال میں 132 لڑائیوں کے

نام گنوائے ہیں۔[27] تاریخ الجاہلیہ کے مولف ڈاکٹر عمر فروخ عہد جاہلیت کی جنگوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں جاہلیت کی جنگ اتنی زیادہ ہیں کہ انھیں کسی مخصوص عہد یا زمانے کے مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔[28]

اس کی وجہ ان کے خیال کے مطابق یہ تھی کہ عرب جاہلیت کی اقتصادی زندگی در حقیقت جنگوں کے گرد گھومتی ہے اور جنگیں مسلسل تھیں۔[29] زمانہ جاہلیت کی ان خونریز اور وحشیانہ انسان دشمن جنگوں میں حرب بسوس اور عبس و ذبیان کو مرکزی حیثیت حاصل رہی مؤخر الذکر جنگ مسلسل چالیس برس جاری رہی۔ ایک عرب سردار اس کا نقشہ یوں کھینچتا ہے : دونوں قبیلے مٹ گئے ماؤں نے اپنی اولادیں کھودیں بچے یتیم ہوگئے آنسو خشک نہیں ہوتے لاشیں دفن نہیں کی جاتیں۔[30]

دنیا کا قدیم ترین مذہب ہندومت بھی عدم رواداری کا شکار رہا ہے ہندوستان میں ہندوؤں نے کئی تحریکیں شروع کیں ہیں۔ ہند میں داخل ہونے والی ہندو قوموں نے یہاں کے مفتوحین کو اچھوت قرار دیا تھا ہزاروں سال سے اب تک اسی پر عمل موجود ہے اور بدھ ازم اور جین مت نے ہندووں کو نسلوں اور پشتوں کو تباہ کرنے میں اور شنکر اچاریہ کے قائم کئے ہوئے مت نے بدھ لوگوں کو ہندوستان سے خارج کرنے میں جو کارنامے اس ملک میں انجام دیے وہ عدم رواداری کی خونی داستان ہیں۔ ہندومت انسانی تاریخ میں ذات پات کی تفریق کا بہت بڑا علمبردار ہے جس قدر معاشرتی اونچ نیچ اس معاشرے میں نظر آتی ہے اس سلسلے میں کسی دوسرے معاشرے میں نہیں ملتی ہندومت میں چار ذاتیں ہیں برھمن، کشتری، ویش اور شودر اور اسی کے حوالے سے ان میں طبقاتی اور معاشرتی مقام کے حوالے سے تفریق ہے۔

شودر ہندوستان کے پرانے سماج میں تو کیا آج کے سماج میں بھی بنیادی حقوق سے محروم ہے۔ ہندومت کی تعلیمات کے مطابق عورت کو شوہر کی وفات کے بعد اس کے ہمراہ ستی ہونا پڑتا ہے یہ اس کی سعادت ہے۔ سیکولرزم کے دعوؤں کے باوجود کبھی دوسرے مذہب کے لوگوں کو ہندوؤں نے برداشت نہیں کیا۔

دور جدید اور بین المذاہب رواداری ۔

دور جدید ترقی اور گلوبلائزیشن کا دور ہے۔ اب پوری دنیا ایک کنبے کی حیثیت اختیار کرتی جا رہی ہے سیٹلائٹ نے فاصلوں کی طنابیں سمیٹ کر دوریوں کو قربتوں میں بدل دیا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود اس وقت پوری دنیا میں انسانی قدریں سستی ہوتی نظر آ رہی ہیں – قوموں؛ ملکوں اور تہذیبوں میں زبردست تصادم ہے۔ فرقہ وارانہ زیادتیاں اپنے عروج پر ہیں؛ حد تو یہ ہے کہ سیاسی اختلافات نے بھی انتہاء پسندی کی راہ اختیار کرلی ہے جسکی نظیریں گاہ بگاہ دیکھنے سننے اور پڑھنے کو ملتی ہی۔

نام نہاد سیاسی رہنماء جو نفرت کے بیج بو رہے ہیں اس کا نقصان پوری دنیا اور سماج دونوں کو یکساں ہو رہا ہے – ترقی یافتہ اقوام رواداری جیسی خوبی سے عاری نظر آتی ہے۔ اسرائیل اور فلسطین، ہندوستان اور کشمیر، بوسینیا، چیچنیا اور کویت عراق، شام اور افغان جنگ قوموں کے درمیان عدم رواداری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

دہائیوں پہلے نسلی امتیازات کا خاتم ہونت والا ناسور دوبارہ سر اٹھارہا ہے۔ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی طاقت امریکہ میں کالے اور گورے کا مسئلہ عدم رواداری کی بین مثال ہے حالانکہ یہ ملک رواداری کا بظاہر بہت بڑا علمبر دار ہونے کا دعوی کرتا ہے شدھی اور سنگھٹن کی تحریکوں کا مقصد ہی یہ تھا کہ ہندو ہو جاؤ یا ہندوستان چھوڑ دو اسی طرح ہندی کے علاوہ ہندوؤں کو دوسری زبان قبول نہیں بلکہ ہندو ہونے کے لئے ہندوستان اور ہندو گھرانے میں پیدا ہونا ضروری ہے۔

ہندومت کی عدم رواداری کے حوالے سے دور جدید میں سکھوں کے ساتھ ہونے والے مظالم بہت معروف ہیں ۔اس کے علاوہ عدم رواداری کی سب سے بھیانک مثال ہندوستان میں آباد مسلمانوں کے ساتھ ناروا اور ہتک آمیز سلوک ہے اس پر گجرات میں ہونے والے واقعات شاہد ہیں ۔کشمیری عوام کے ساتھ ڈھائے جانے والے مظالم عدم رواداری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔[31]

عدم رواداری کی سب سے بدترین مثال مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج کے وحشیانہ مظالم ہیں ۔بھارت کے امن پسندی اور سیکولر ہونے کے دعوؤں کے باوجود مقبوضہ کشمیر کے مظلوم عوام پر ان کے مظالم روز بروز بڑھتے جارہے ہیں 24 جولائی 2001 اردو جنگ کے اداریہ میں شائع ہونے والے کالم سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بھارت عدم رواداری کا شکار ہے مقبوضہ کشمیر کے علاقہ بانڈی پورہ میں عقوبت خانوں میں لے جاکر شہید کیے جانے والے مظلوم کشمیری مسلمانوں کی ایسی اجتماعی قبروں کا انکشاف ہوا تھا جن سے بڑی تعداد میں خواتین بچوں اور نوجوانوں کی لاشیں برآمد ہوئی تھیں ان مظلوم مسلمانوں کو بھارتی فوج نے اغوا کرنے کے بعد قتل کردیا اور ان کی لاشیں اجتماعی قبروں میں دبا دیں مقبوضہ کشمیر میں اب تک بھارتی فوج کے ہاتھوں 70 ہزار سے زائد کشمیری مسلمان شہید ہوچکے ہیں ۔

امریکی سپریم کورٹ (ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی اعلی ترین عدالت) میں تاریخ عالم کی عظیم ترین قانون دان ہستیوں کو ایک تصویر میں دکھایا گیا ہے اس تصویر میں جو پتھر پر نقش ہے پیغمبر اسلام ﷺ کو ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار پکڑے دکھایا گیا ہے جو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں مغرب کی مسیحی دنیا کے اس خود ساختہ اور من گھڑت تصور کی مظہر ہے۔[32]

لبنانی مستشرق فلپ کے ہٹی دین اسلام کے بارے میں عدم رواداری اور تعصب کی بنیاد پر یہ تبصرہ کرتا ہے اسلام نے ثابت کردکھایا ہے جسے دنیا تسلیم کرتی ہے کہ یہ ایک جنگجوانہ سیاست پر مبنی دین ہے۔[33]

اسلام: بین المذاہب رواداری کا علمبردار ۔

قبل از اسلام اور دور جدید میں رواداری کے حوالے سے مختصر اگفتگو کے بعد ہم اسلام کے تصور رواداری اور اس حوالے سے اس کے عملی مظاہر کا ایک جائزہ پیش کررہے ہیں۔ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ اسلام امن وامان کا دین ہے اور معنوی اعتبار سے ہی سلامتی اور آشتی سے مزین ہے یہ انسانی حقوق رواداری عفو در گزر کا پیامبر ہے اس کی نظر میں بنی نوع

انسان کا ہر فرد مساوات و احترام اور اکرام کا مستحق ہے اس کی تعلیمات اور پیغام رنگ و نسل کے عیوب سے پاک ہے اسلام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اس دنیا میں آیا ہے مسلمانوں کا رب رحمان اور رحیم ہے اور جس کے ذریعے سے یہ دین پھیلا ہے وہ رحمت اللعالمین ہے اللہ رب العزت کی ذات جو خود نہایت روادار ہے اپنی مخلوق کی نافرمانیوں کو تاہیوں اور لغزشوں کے باوجود اپنی رحمت کے دروازے کھلے رکھے ہوئے ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت ہیں آپ ﷺ کی حیات مقدسہ اور سیرت طیبہ عفو در گزر رحمت و رافت اور مثالیں مذہبی معاشرتی رواداری کا نمونہ ہے اسلام کی رواداری حکمت عملی کا اندازہ قرآن کریم کی اس آیت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے ۔**امن الرسول بما انزل الیہ والمؤمنون کل امن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ لانفرق بین احد میں رسلہ الایہ**[34] پیغمبر اس کتاب کو مانتے ہیں جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر اتری ہے اور مومن بھی سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے اور خدا کے پیغمبروں میں سے کسی میں فرق نہیں سمجھتے ۔

اس آیت مبارکہ میں اسلام کا سابقہ انبیاء وکتب سماویہ کے متعلق روادارانہ طرز عمل پوری امت مسلمہ کا یہ اقرار ہے کہ اسلام کے پیروکار عیسائیوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کی طرح نہیں ہے کہ ایک رسول کو مان لیا اور دوسروں کا انکار کیا بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان صرف اسلام ہی کا اعجاز و کمال ہے ۔ایسے ہی قرآن پاک میں ہے:

قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل ابراہیم و اسماعیل واسحاق ویعقوب والاسباط و ما اوتی موسی و عیسی وما اوتی النبیون من ربھم لانفرق بین احد منہم ونحن لہ مسلمون الایہ[35]

تم کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اسی پر جو ہماری طرف (رسول اکرم کے ذریعے) اتاریں گی اور جو وحی ابراہیم اسمٰعیل اسحاق یعقوب اور ان کی اولاد پر اتاری گئی اور جو کچھ موسی اور عیسی کو دیا گیا اور جو کچھ بھی دوسرے نبیوں کو دیا گیا ہم ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے اور ہم اس کے لئے فرماں بردار ہیں

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ و یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض و نکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا اولئک ھم الکافرون الایہ[36]

بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ درمیان کی ایک راہ نکالی وہ پکے کافر ہیں۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله انه هو السميع العليم الايه [37]

اگر وہ صلح پر مائل ہوں تو تم بھی صلح پر مائے ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو بیشک وہ سب سننے والا جاننے والا ہے۔

قل للذين آمنوا يغفروا للذين لا يرجون أيام الله ليجزى قوما بما كانوا يكسبون " [38]

ترجمہ: مومنوں سے کہہ دو کہ جو لوگ خدا کے دنوں کی (جو اعمال کے بدلے کے لئے مقرر ہیں) توقع نہیں رکھتے ان سے درگزر کریں۔ تاکہ وہ ان لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلے دے۔

ایسے ہی قرآن کریم میں ہے۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰي يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۔ [39]

ترجمہ: اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دیں تاکہ وہ کلام اللہ کو سن لے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچادیں، ایسا اس لیے ہے کہ یہ لوگ جانتے نہیں ہیں۔

ایسے ہی قرآن پاک میں ہے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۔ [40]

ترجمہ: کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! اس کلمے کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے، وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بنائیں اور اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں، پس اگر نہ مانیں تو ان سے کہہ دیجیے: گواہ رہو ہم تو مسلم ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ [41]

پس تذبذب میں نہ پڑھو اور جب کامل طور پر حاوی ہو جائے تو صلح کی دعوت دو۔

قرآن کے اس پیغام پر ڈاکٹر حمید اللہ تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

صلح کل رواداری اور انتہائی وسعت قلبی کی اس عجیب و غریب تعلیم میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ یہودی عیسائی صابی اور دیگر مذاہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب کو ترک کریں بلکہ اپنے اپنے الہامی مذہب ہی کی تجدید کرتے ہوئے چند بنیادی امور پر عمل کریں یعنی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کو ماننا مرنے کے بعد حساب کتاب کا یقین کرنا اور زندگی بھر صالح عمل کرنا یہ اجر ملنے اور خوف سے بچنے کے لیے کافی ہے۔[42]

ڈاکٹر حمید اللہ ان آیات کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

کہ اسلام نے مذاہب عالم کو دعوت دی اور آج بھی یہ دعوت باقی ہے کہ اپنے اصلی مذہب پر رجوع کرو بعد کے زمانے کے حذف و اضافہ سے باز آجاؤ اور توحید قیامت اور عمل صالح مابہ الاشتراک امر پر انضمام نہیں تو اتفاق کرلو ہر مذہب کی اصلی تعلیم کو مانیں تو پھر اصول کی حد اختلاف ہے ہی نہیں اور چونکہ بلا استثناء ہر جگہ اور مذہب میں ایک آخری تسکین کی بشارتوں پیشینگوئی موجود ہے اس لئے اپنے مذہب کی کامل تعمیل میں اس کی اطاعت بھی آجاتی ہے یوں بھی نجات کے اس طریقہ سے استدلال کے لئے نبی عربی ﷺ کو گواہی میں پیش کرنا انہی کے لیے ضروری ہوگا اسی طرح مذہبی تعصب کی مصیبت سے انسان کو نجات مل جاتی ہے اور لا اکراہ فی الدین[43]

دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے یہ ایک ایسا سنہری اصول تھا جو اس سے پہلے کہنا چاہیے کہ سنا ہی نہیں گیا تھا۔[44]

21ویں صدی میں رواداری اور سیرت طیبہ ﷺ ایک جائزہ

پوری انسانی تاریخ میں رواداری کے سب سے بڑے علمبردار محمد رسول اللہ ﷺ ہیں امن انسان دوستی سلامتی رواداری کی خواہشمند دنیا کے لیے اسوہ محمدی ﷺ راہ عمل ہے ۔ قومی اور عالمی سطح پر امن کے قیام اور رواداری کے فروغ کے لیے رحمت عالم کی سیرت مقدسہ اور حیات طیبہ ہی واحد نمونہ ہے ۔

21ویں صدی کے اس پر آشوب دور میں ملکی (بالخصوص) اور بین الاقوامی سطح پر (بالعموم) نسلی علاقائی گروہی لسانی مذہبی اور مسلکی اختلافات کے خاتمہ اور رواداری اور مکمل امن وامان کے لیے ضروری ہے کہ ہادی اعظم سید عرب و عجم حضرت محمد ﷺ کے اسوہ کاملہ پر عمل کیا جائے ۔

یہ اس دور کی بھٹکی ہوئی انسانیت کے لئے نمونہ عمل اور راہ نجات ہے

حضرت محمد ﷺ کے روادارانہ طرز عمل پر قرآن کی شہادت :

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم با لمومنین روف رحیم الآیۃ[45]

ایسے ہی ارشاد باری تعالی ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَي اللهِ اِنَّ ا للهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْن ۔ [46]

ترجمہ: (اے رسول) یہ مہر الٰہی ہے کہ آپ ان کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے اور اگر آپ تند خو اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے، پس ان سے در گزر کریں اور ان کے لیے مغفرت طلب کریں اور معاملات میں ان سے مشورہ کر لیا کریں پھر جب آپ عزم کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ بھروسہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ایسے ہی فتح مکہ کے موقع پر ابو سفیان نے آپ کی رواداری اور صلہ رحمی کا پوری طرح اعتراف کیا چناچہ ابو سفیان کے الفاظ ہیں: (بابی انت وامی ما احلمک و اوصلک واکرمک) میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان ہوں آپ ﷺ کتنے بردبار کتنے قرابت کا حق ادا کرنے والے اور کس قدر دشمنوں پر عفو و کرم کرنے والے ہیں ۔ [47]

سیرت طیبہ ﷺ اور بین المذاہب رواداری ۔

محسن انسانیت محمد ﷺ نے رواداری کے عملی اقدامات تاریخ انسانی کے اس تاریک دور میں متعارف فرمائے جب لوگ رواداری کے مفہوم سے بھی نا آشنا تھے آزادی اور رواداری کے مفہوم و تصور سے انسانی ذہن خالی تھا نہ کہیں معاشرتی رواداری نظر آتی تھیں اور نہ ہی مذہبی رواداری چھٹی صدی عیسوی جو آپکے زمانہ بعثت ہے اسکی اوائل میں معاشرتی رواداری کا عموما اور مذہبی رواداری کا خصوصا کوئی تصور نہیں تھا۔ بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ: وادی سلام کے وقت مذہبی تعصب عدم رواداری اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ ہر مذہب اپنے سوا باقی تمام مذاہب کو جھوٹے اور نجات کے لئے قطعا نا موافق سمجھتا تھا۔ یہی نہیں بلکہ ستم ظریفی یہ تھی کہ اپنے مذہب کے اندر کسی اجنبی کو آنے کی بھی اجازت نہیں دیتا تھا۔ مذہب کو نسل اور پیدائش سے محدود کر دینے کی خود غرضی، ہٹ دھرمی یہودیوں میں بھی تھی اور ہندوستان میں بھی۔ [48]

اوپر بیان کردہ حالات کے بالکل برعکس اسلام اپنے بنیادی نظریہ حیات میں دوسرے تمام ادیان و مذہب کو نہ صرف آزادی اور رواداری کا حق دیتا ہے بلکہ سیاسی معاشرتی ماحول میں ان کی حفاظت کی ضمانت بھی دیتا ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللهِ كَثِيْرًا ۔ [49]

ترجمہ: اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے روکے نہ رکھتا تو راہبوں کی کوٹھڑیوں اور گرجوں اور عبادت گاہوں اور مساجد کو جن میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے منہدم کر دیا جاتا

کفار و مشرکین کے متعلق مسلمانوں کو دنیاوی معاملات میں اخلاق سے پیش آنے در گزر کرنے عدل وانصاف سے معاملہ کرنے اور رواداری کی تاکید اور تلقین کی گئی ہے۔ ننگی اسلام کی نظر میں کافر و مشرک سے زیادہ اسلام دشمن کون ہو سکتا ہے۔

غیر مسلموں سے رواداری:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اور مکارم اخلاق میں سے ایک اہم شعبہ رواداری ہے چونکہ آپ کی بعثت کا مقصد ہی عمدہ اخلاق کی تعلیم و تکمیل ہے ارشاد نبوی ہے۔**انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق** ان مکارم اخلاق کی تعلیم آپ صحابہ رضوان اللہ اجمعین کو دیتے تھے۔[50] حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ ان کے بھائی نے آپ کے متعلق فرمایا: **رایته یامر بمکارم الاخلاق** ۔رواداری ضبط و تحمل بردباری درگزر چشم پوشی خوش خلقی نرم دلی نرم خوئی نرم دلی خوش گفتاری خاکساری فروتنی خوش کلامی فراخ دلی فیاضی سیرت طیبہ کے نمایاں اور درخشاں پہلو ہیں۔ جن سے آپ کی ذات آراستہ و پیراستہ ہے۔ آغاز اسلام اور اعلان نبوت سے آپ کا واسطہ براہ راست تین گروہوں سے رہا۔ ان میں پہلا گروہ مشرکین مکہ کا ہے مسلم منافقین مدینہ کا اور تیسرا یثرب کے یہود کا۔ ان تینوں نے آپ کو جس انداز سے ستایا اور تکلیف اور اذیت پہنچائی ان سب سے اہل علم و دانش بخوبی واقف ہیں۔

حدیث میں ہے:**لقد اوذیت فی اللہ عزوجل وما یوذی احد** ۔تکالیف اور اذیتوں کے باوجود مخالفین کے ساتھ آپ کا برتاؤ معافی اور دعا کا ہے۔ قدرت کے باوجود کسی سے انتقام نہیں لیا۔ ان کی گمراہی پر پریشان رہے اصلاح و ہدایت کے لیے جان کی بازی لگاتے رہے۔ قرآن کریم نے اس کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:**لعلک باخع النفسک الا یکونوا مومنین ۔ الایة**[51]

قریش مکہ۔

قریش مکہ نے آپ کو نہ صرف تکالیف اور اذیتیں پہنچائیں بلکہ آپ کو مادر وطن سے بھی نکل جانے پر مجبور کیا۔ اس کے باوجود آپ نے مشرکین مکہ سے رواداری اور محاسن و مکارم اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ اس کی مختلف امثلہ ذیل میں ہم پیش کر رہے ہیں۔

نمبر1:۔ کوہ صفا پر قریش مکہ کو دعوت اسلام کے نتیجے میں ابولہب عبد الرزا نے آپکو یہ الفاظ کہے ہے۔ تبالک الھذا اجمعتنا[52]

نمبر2:۔ ابولہب کے بیٹے عتبہ اور عتیبہ نے آپ کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔[53]

نمبر3:۔ ابولہب کی بیوی ام جمیل آپ کے راستے میں کانٹے بچھاتی تھی۔[54]

نمبر4:۔ حرم میں حالت نماز میں اونٹ کی اوجڑی آپ کی گردن میں ڈال دی گئی۔[55]

نمبر5:۔ عقبہ بن ابی معیط نے کعبۃ اللہ میں سرور کونین کے گلے میں پھندہ ڈال کر کھینچا اور ابوبکر صدیق نے چھڑایا۔[56]

نمبر6:۔ مسلمانوں کو اتنا ستایا گیا کہ وہ تنگ آ کر ہجرت حبشہ کو مجبور ہو گئے۔[57]

نمبر7:۔ خاندان رسول تین سال تک معاشرتی مقاطعہ کی وجہ سے گھاٹی میں محصور رہا۔[58]

نمبر8:۔ سرداران قریش نے مل کر آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔[59]

نمبر9:۔ ہجرت کے دوران آپ کا پیچھا کیا گیا اور آپ کی گرفتاری پر انعام مقرر کیا گیا۔[60]

نمبر10:۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ مدینہ میں قیام کے دوران بھی مسلمانوں کو نہ صرف مختلف طریقوں سے تنگ کرتے رہے بلکہ طاقت اور قوت کے ذریعہ مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے جنگیں بھی لڑیں۔

فتح مکہ کے موقع پر آپ نے جس رواداری اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا وہ مشرکین مکہ کی توقع سے بالکل مختلف اور برعکس تھا۔ اس لئے کہ مشرکین مکہ کو اپنا ظلم و ستم یاد تھا اور انتقام کا ڈر تھا۔

آپ نے مشرکین مکہ میں خاص طور پر قریش کی طرف خطاب کرتے ہوئے پوچھا: " **يا معْشَرَ قريش، ما ترون أنّي فاعل بكم؟ " قالوا: خيرا. أخٌ كريم و ابن أخ كريم. قال صلى الله عليه وسلم: " فإنّي أقول لكم كما قال يوسف لإخوته: (لا تثريب عليكم اليوم) اذهبوا فأنتم الطلقاء ".**[61]

طائف والوں نے آپ پر پتھر برسائے آپ کے جوتے لہولہان ہو گئے مگر پھر بھی اپنے ان کے لیے دعا کی اس قوم کی سرشت میں دھوکہ دہی اور زیادتی تھی لیکن آپ نے ان سے بھی حسن سلوک کیا۔[62]

یہود مدینہ

ایک یہودی لڑکا بیمار ہوا تو آپ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ خیبر میں ایک یہودی عورت نے آپ کو کھانے میں زہر دیا۔ آپ نے کھانا کھایا تو زہر کا اثر محسوس کیا آپ نے یہودیوں کو بلا کر دریافت کیا تو انھوں نے اقرار کر لیا لیکن رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے کچھ تعرض نہیں فرمایا۔[63] آپ ﷺ نے ان کے ساتھ کبھی بھی بدعہدی نہ کی اگرچہ یہ اپنی کبھی عادات سے باز نہ آئے۔[64]

منافقین۔

مدینہ میں مسلمانوں کے خلاف سب سے زیادہ سازشیں منافقوں نے کی۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے مسجد ضرار بھی بنائی جس کو حکم خداوندی سے گرا دیا گیا۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین تھا اور عمر بھر منافق رہا۔ حضرت اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ سازشوں اور علانیہ استحقاق کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ کفار مکہ کے ساتھ اس کی خفیہ خط و کتابت بھی تھی۔ غزوہ احد میں عین موقع پر 300 ساتھیوں کے ساتھ الگ ہو گیا۔ حضرت عائشہ پر الزام گانے والوں میں سب سے آگے آگے تھا جب وہ مرا تو آپ نے اس کے لئے اپنا کرتہ مبارک دیا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی۔[65]

مواخات مدینہ۔

مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے مہاجرین کے لیے انصار مدینہ کی ہمدردی مہمانی اور رواداری کی نظیر پوری تاریخ انسانیت میں نہیں مل سکتی۔ انصار کا مال دولت جو کچھ تھا باغات تھے روپے پیسے انہوں نے رسول اللہ سے درخواست کر کے تمام مہاجر بھائیوں میں تقسیم کر دیئے۔ اور اسے مواخات کا یہ رشتہ بالکل حقیقی رشتوں میں ڈھل گیا۔[66]

میثاق مدینہ رواداری کا بہترین نمونہ:

میثاق مدینہ مسلمانوں اور مدینہ میں رہائش پذیر غیر مسلم قبائل اور اقوام کے درمیان بقائے باہمی اور رواداری کے اصولوں کی اساس پر ایک معاہدہ ہے۔ جس کی اہم دفعات درج ذیل ہیں۔

> و ان یہود بني عوف امت مع المومنين لليهود دينم وللمسلمين دينهم مواليهم و انفسهم الا من ظلم و اثم فانه لا يوتغ الا نفسه و اهله بيته ۔[67]
>
> ور نبی عوف کے یہودی مومنین کے ساتھ سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین موالی ہوں یا اصل ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوائے کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

نامور محقق اور سیرت نگار محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں: یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت حضرت محمد نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ انسانی معاشرے میں قائم کیا جس سے شرکاء معاہدہ میں ہر گروہ اور فرد کو عقیدہ مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا۔[68]

صلح حدیبیہ رواداری کی لازوال مثال۔

فتح مکہ کے موقع پر آپ کے اس نے سلوک رواداری کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ تاہم مشہور ہندو سوانح نگار سوامی لکشمن کا فتح مکہ کے موقع پر مہسری انسانیت کے مثالی عفو درگزر اور رواداری کا ذکر ضروری ہے۔ جانی دشمن کے بارے میں حضور کی انتہائی کریم النفسی اور رواداری کا عہد جدید کے دعوے دار تہذیب و تمدن کی حکومتوں کی ان شرمناک عیارانہ جالوں سے مقابلہ کیا جائے جو انہوں نے انیس سو چودہ کی عالم سوز جنگ میں ایک دوسرے کو سامان خرد و نوش سے محروم کرنے کے لیے استعمال کیں تو اس کی قدر و قیمت بدرجہا بڑھ جاتی ہے۔[69]

عیسائیوں کا ایک وفد نجران سے مدینہ منورہ حاضر ہوا تو آپ نے ان کی مہمان نوازی فرمائی۔ انہیں مسجد نبوی میں ٹھہرایا ان کو اپنے طریقے پر مسجد نبوی میں عبادت کرنے کی اجازت دیدی۔ ہم مسلمانوں نے انہیں ایسا کرنے سے روکنا چاہا تو آپ نے ان مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔[70]

ایک مرتبہ ایک عرب دیہاتی بدو نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔لوگ مارنے کو دوڑے آپ نے فرمایا اسے ابھی مت کچھ کہو پیشاب کر لینے دو۔جب وہ پیشاب کر چکا تب آ آپ نے نرمی سے اسے سمجھایا کہ یہ جگہ خدا کی عبادت کے لیے ہے یہاں پیشاب پاخانہ اور گندگی نہیں ہونی چاہیے۔[71]

حضرت ابو ہریرہ کی والدہ جو کافر تھی اپنے بیٹے کے ساتھ مدینہ میں رہتی تھیں۔ جہالت سے آپ کو گالیاں دیتی تھی۔ حضرت ابو ہریرہ نے آپ کی خدمت میں آکر شکایت کی تو آپ نے ناراض ہونے کی بجائے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔[72]

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کو مشرکین مکہ کے لیے بد دعا کے لئے درخواست کی گئی تو آپ نے فرمایا میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں لوگوں کو اللہ کی رحمت سے دور کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔[73]

مسلمانوں میں باہمی رواداری کی تعلیم و تلقین۔

عن ابي موسى الاشعري، ان النبي صلى الله عليه وسلم سئل اي المسلمين افضل؟ قال: " من سلم المسلمون من لسانه ويده "

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے تمام مسلمان محفوظ رہیں۔ اور مومن وہ ہے جس کی ذات سے بنی نوع انسان کی جان ومال کو خطرہ نہ ہو۔[74]

حدیث مبارکہ ہے:

عن النعمان بن بشير ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " المسلمون كرجل واحد ۔[75]

تمام مومنین کی مثال ایک آدمی کی مانند ہے۔

ایسے ہی آیت مبارکہ ہے:

انما المؤمنون اخوه ۔ كه مومنین تو آپس میں بھائی بھائی ہیں ۔[76]

ایسے ہی حدیث مبارکہ میں ہے:

عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يُسْلِمُهُ مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ".

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمان بھائی ہے مسلمان کا نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو تباہی میں ڈالے، جو شخص اپنے بھائی کے کام میں رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے کام میں رہے گا اور جو شخص کسی مسلمان پر سے کوئی مصیبت دور کرے گا

اللہ تعالیٰ اس پر سے قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت دور کرے گا اور جو شخص مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا"۔[77]

ایسے ہی ایک اور حدیث میں ہے۔

معاشرے کے کمزور اور حقیر لوگوں سے بھی اپنے رواداری کا سلوک فرمایا۔ غلاموں کے ساتھ محبت اور بے سہارا لوگوں کو سہارا دینا اور رواداری کا برتاؤ آپ کا اسوہ حسنہ ہے۔ حضرت اسامہ بن زید جو غلام زادے تھے انہیں ابھی اپنے نواسوں کی طرح نہ صرف اپنی گود میں بٹھاتے تھے بلکہ یہ کہا کرتے تھے میں اسامہ سے بے انتہا محبت کرتا ہوا اے اللہ تو بھی اس سے محبت فرما۔[78]

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے اسامہ بن زید کو اپنی اونٹنی پر سوار کر رکھا تھا۔[79]

خطبہ حجۃ الوداع بین المذاہب رواداری کا چارٹر۔

بنی نوع انسان کے لئے رواداری کا چارٹر جس میں معاشرے کے ہر طبقے کے لیے رواداری کا درس دیا گیا ہو۔ ارشادات نبوی ملاحظہ ہوں۔ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں جو خود کھاؤ ان کو بھی کھلاؤ جو خود پہنو انکو بھی پہناؤ۔[80] عورتوں کے معاملے میں خدا سے ڈرو حلانکہ اسے سب مذاہب میں نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔[81] لوگو بے شک تمہارا باپ ایک ہے کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر سرخ کو سیاہ پر سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں ہے مگر تقویٰ کے سبب۔[82]

اسلامی معاشرے میں باہمی رواداری۔

رواداری کی بہترین مثال حضرت عمر کے غلام وسق رومی کا واقعہ ہے۔ وہ خود کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب کا غلام تھا وہ مجھ سے کہا کرتے تھے اگر تو اسلام قبول کرے گا تو میں تجھے مسلمانوں کی امانت کا کام سونپ دوں گا۔ کیونکہ میرے لیے یہ روا نہیں کہ غیر مسلموں کو مسلمانوں کی امانت کے کام پر متعین کروں۔ مگر میں نے اسلام قبول نہیں کیا اس پر وہ کہا کرتے تھے **لا اکراہ فی الدین** کہ دین الآیۃ[83] کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔

پھر جب ان کی وفات کا وقت آن پہنچا تو انھوں نے مجھے آزاد کر دیا اور کہا تمھارا جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ ایسے ہی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دشمن کے لشکر کی طرف بھیجا انہوں نے ہماری خبر سن لی اور بھاگ گئے۔ ایک آدمی کو ہم نے پکڑ لیا تو وہ لا الہ الا اللہ کہنے لگا مگر ہم نے اسے مار مار کر قتل کر دیا یہ واقعہ جب میں نے آپ کی خدمت میں بیان کیا تو آپ نے فرمایا روزے قیامت کلمہ گو کے مدمقابل تیری مدد کون کرے گا۔ آپ مسلسل یہ فرماتے رہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے اسلحہ کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کیا تم نے اس کے دل کو چیر کر یقین حاصل کر لیا تھا۔ آپ مسلسل یہ فرماتے تھے کہ کلمہ گو کے مقابلے میں کون تیری مدد کرے گا۔ یہاں تک کہ میں نے آرزو کی کاش

میں نے آج ہی اسلام قبول کیا ہوتا تو اس کلمہ گو کے قتل کے گناہ سے محفوظ رہتا کیونکہ اسلام حالت کفر کے گناہوں کو دھو دیتا ہے۔[84]

عکرمہ بن ابی جہل فتح مکہ کے وقت بھاگ کر یمن چلے گئے ان کی بیوی مسلمان ہو گئی۔ وہی امنگیں اور انہیں تسلی دے کر واپس مکہ مکرمہ لے آئیں۔ آپ نے عکرمہ کو دیکھا تو فرط نصرت سے اٹھے آپ کے جسم مبارک پر چادر تک نہ تھی اور زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے: مرحبا بالراکب المہاجر۔[85] آپ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کے آخری الفاظ یہ تھے:

عن ابن عباس، قال صالح: رسول الله صلى الله عليه وسلم اهل نجران على الفي حلة النصف في صفر والبقية في رجب يؤدونها إلى المسلمين وعارية ثلاثين درعا وثلاثين فرسا وثلاثين بعيرا وثلاثين من كل صنف من اصناف السلاح يغزون بها، والمسلمون ضامنون لها حتى يردوها عليهم إن كان باليمن كيد او غدرة على ان لا تهدم لهم بيعة، ولا يخرج لهم قس، ولا يفتنوا عن دينهم ما لم يحدثوا حدثا او ياكلوا الربا، قال إسماعيل: فقد اكلوا الربا، قال ابو داود: إذا نقضوا بعض ما اشترط عليهم فقد احدثوا.

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران سے اس شرط پر صلح کی کہ وہ کپڑوں کے دو ہزار جوڑے مسلمانوں کو دیا کریں گے، آدھا صفر میں دیں، اور باقی ماہ رجب میں، اور تیس زرہیں، تیس گھوڑے اور تیس اونٹ اور ہر قسم کے ہتھیاروں میں سے تیس تیس ہتھیار جس سے مسلمان جہاد کریں گے بطور عاریت دیں گے، اور مسلمان ان کے ضامن ہوں گے اور (ضرورت پوری ہو جانے پر) انہیں لوٹا دیں گے اور یہ عاریۃً دینا اس وقت ہو گا جب یمن میں کوئی فریب کرے (یعنی سازش کر کے نقصان پہنچانا چاہے) یا مسلمانوں سے غداری کرے اور عہد توڑے (اور وہاں جنگ درپیش ہو) اس شرط پر کہ ان کا کوئی گرجا نہ گرایا جائے گا، اور کوئی پادری نہ نکالا جائے گا، اور ان کے دین میں مداخلت نہ کی جائے گی، جب تک کہ وہ کوئی نئی بات نہ پیدا کریں یا سود نہ کھانے لگیں۔ اسماعیل سدی کہتے ہیں: پھر وہ سود کھانے لگے۔ ابو داؤد کہتے ہیں: جب انہوں نے اپنے اوپر لاگو بعض شرائط توڑ دیں تو نئی بات پیدا کر لی (اور وہ ملک عرب سے نکال دیئے گئے)۔[86]

حضرت ابو بکر صدیق نے اپنے دور خلافت میں اس معاہدے کی تجدید کی اور اس کی ایک ایک حرف کو قائم رکھا ان کے زمانے میں حرہ کے ساتھ حضرت خالد نے ایک اور معاہدہ کیا جس کی سب سے قابل لحاظ شرط یہ تھی کہ جو بوڑھا شخص اس

قدر محتاج ہو جائے کہ اس کے ہم مذہب لوگ اس پر صدقہ کرنے لگے تو اس کا جزیہ معاف کر دیا جائے گا وہ اس کی اور اس کے اہل و عیال کی کفالت بیت المال سے کی جائیگی۔[87]

حضرت عبداللہ بن عمر کے پڑوس میں یہودی رہتا تھا ایک بار آپ نے بکری ذبح کی تو گھر والوں سے پوچھا کیا آپ نے ہمارے ہمسایہ یہودی کو گوشت بطور ھدیہ بھجوایا ہے۔ کیونکہ حضرت محمد نے فرمایا ہے کہ مجھے جبرائیل میں ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک کی اس شدت کے ساتھ وصیت کی کہ میں نے سمجھا کہ اس کو شریک وراثت نہ بنا دیں۔[88]

معاھدہ بیت المقدس رواداری کی مثال۔

عدل فاروقی کی فتوحات میں سب سے اہم فتح بیت المقدس کی فتح ہے۔ کیونکہ وہ انبیاء اور رسول کا مدفن ہے اور یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ مسلمانوں کا قبلہ بھی رہا ہے۔ عیسائی مسلمانوں کے حریف تھے اس کی فتح و کامرانی کے بعد حضرت عمر نے جو حقوق دیے ان کا مختصر ذکر ذیل میں ہے۔ یہ وہامان ہے جو خدا کے بندے امیر المومنین عمر نے ایلیا کے باشندوں کو دی۔ یہ امان انکی جان مال گرجا صلیب تندرست بیمار اور انکے تمام اہل مذہب کے لیے ہے۔ ان کے گرجوں میں سکونت اختیار کی جائے گی اور نہ وہ گرائے جائیں گے ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔[89]

مغربی مصنف ڈینی سن کا اعتراف۔

مغربی مصنف ڈینی سن اپنی تصنیف جذبات بحیثیت اساس تمدن میں لکھتے ہیں:

میں رسول اللہ کی ولادت کے وقت دنیا کے حالت کے متعلق اس تاریخی حقیقت کا اعتراف کرتا ہوں۔ اس وقت ایسا دکھائی دیتا تھا کہ تہذیب کا وہ قصر مشید اس کی تعمیر پر چار ہزار سال صرف ہوئے تھے منہدم ہونے کے قریب ہو چکا تھا اور نوع انسانی پھر ایسی بربریت کی طرف لوٹ جانے والی تھی جہاں ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کے خون کا پیاسا تھا اور عین و ضوابط کو کوئی کچھ نہیں جانتا تھا۔

عیسائیت نے جن قواعد و ضوابط کو رائج کیا تھا وہ نظم و ضبط اور وحدت و یکجہتی کی بجائے انتشار اور تفرقہ بربادی و اہلاکت کا موجب بن رہے تھے غرضیکہ وہ وقت آچکا تھا کہ جب ہر طرف فساد ہی فساد نظر آتا تھا۔ یہ امر موجب حیرت ہے کہ اس قسم کی ثقافت عرب کی سرزمین میں پیدا ہوئی جب اس کی اشد ضرورت تھی۔[90] یہاں یہ نکتہ بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ دوسرے کے ساتھ حسن سلوک تحمل و بردباری صبر و برداشت کا ہرگز یہ مفہوم نہیں کے اپنے بنیادی عقیدے سے صرف نظر کر لیا جائے دوسروں کی خوشنودی کے لیے اپنی اقدار کو پامال کیا جائے یہ کسی کو پامال کرنے کی اجازت دی جائے۔ رواداری کے مظاہرے کے لئے اپنی تہذیب و تمدن کو خیر باد کہنا ہرگز درست نہیں ہے۔ چناچہ فرائض میں کوتاہی اور حدود الہی کی پامالی رواداری میں داخل نہیں جہاں بھی ہوں الجونی حدود اللہ کی پامالی دیکھی جائے یا فرائض میں کوتاہی ہوتی نظر آئی اس کا سدباب کیا جائے۔

اس سلسلے میں صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں: نبی اکرم مسجد میں تشریف لائے اتنے میں ایک شخص آیا اس نے نماز پڑھی اس کے بعد آپ کو سلام کیا آپ نے جواب دے کر فرمایا جاکر نماز پڑھیے اس لئے کہ آپ نے نماز نہیں پڑھی۔ اس شخص نے نماز ادا کی اور حاضر ہو کر سلام کیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ ضلع تین بار نماز پڑھیں اور اپنے تینوں بار یہی فرمایا۔ ریسرچ کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اس سے بہتر کیا ہے آپ مجھے سکھلا دیں پھر اپنے اسے نماز کا طریقہ سکھایا۔[91]

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ قریظ کی مخزومی عورت نے چوری کی جس نے قریظ والوں کو بہت غمگین کر دیا۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں اس بارے میں بات کرنے کے لئے حضرت اسامہ جو رسول اللہ کو بہت محبوب تھے بھیجا۔ انہوں نے آپ سے اس کے متعلق بات کی آپ نے حضرت اسامہ سے فرمایا تم حدود اللہ میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہوں پھر آپ کھڑے ہوئے خطبہ پڑھا اور فرمایا: اے لوگو تم سے پہلے لوگ اس بات سے ہلاک کئے گئے جب ان میں سے کوئی شریف آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور کوئی غریب چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ اللہ کی قسم محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔[92]

حضرت ابن عمر بیان فرماتے ہیں ایک یہودی مرد اور عورت حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دونوں نے زنا کیا تھا۔ رسول اللہ نے ان سے فرمایا تم اپنی کتاب میں اس کے متعلق کیا حکم پڑھتے ہو۔ انہوں نے کہا ہمارے علماء نے اس کی سزا کالا منہ کر کے گدھے پر الٹا سوار کر کے شہر سے نکال دینا رکھا ہے۔

عبداللہ بن سلام نے عرض کیا یا رسول اللہ ان سے فرمائیں کہ تورات لائیں۔ ان میں سے ایک یہودی نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر آگے پیچھے پڑھنا شروع کیا۔ عبداللہ بن سلام نے کا ہاتھ اٹھاؤ اس نے جیسے ہی ہاتھ اٹھایا نیچے سے آئے تھے رجم نکل آئی۔ اپنے ان دونوں کو سنگسار کیے جانے کا حکم فرمایا چنانچہ دونوں کو سنگسار کر دیا گیا۔[93]

کائنات کی عظیم ترین ہستی محمد ہیں آپ کے متعلق دشنام طرازی اور نازیبا کلمات کسی صورت بھی قابل برداشت نہیں۔ جو شخص اس گستاخی کا مرتکب ہو گا وہاں رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے نظر انداز کر دینا کمزوری ایمان کا اظہار ہے۔

احادیث میں یہ واقعہ منقول ہے:

> **حدثني ابن عباس: ان اعمى كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وكانت له ام ولد، وكان له منها ابنان، وكانت تكثر الوقيعة برسول الله صلى الله عليه وسلم، وتسبه فيزجرها، فلا تنزجر، وينهاها فلا تنتهي، فلما كان ذات ليلة ذكرت النبي صلى الله عليه وسلم، فوقعت فيه فلم اصبر، ان قمت إلى المغول فوضعته في بطنها، فاتكات عليه فقتلتها، فاصبحت قتيلا، فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم، فجمع الناس، وقال: "انشد الله رجلا لي عليه حق، فعل ما فعل**

إلا قام"، فاقبل الاعمى يتدلدل، فقال: يا رسول الله، انا صاحبها، كانت ام ولدي، وكانت بي لطيفة رفيقة، ولي منها ابنان مثل اللؤلؤتين، ولكنها كانت تكثر الوقيعة فيك وتشتمك، فانهاها فلا تنتهي وازجرها فلا تنزجر، فلما كانت البارحة ذكرتك، فوقعت فيك، فقمت إلى المغول فوضعته في بطنها، فاتكات عليها حتى قتلتها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الا اشهدوا، ان دمها هدر".

حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں: ایک نابینے کی ام ولد باندھی تھی یہ نبی کریم کو گالیاں دیتی تھی۔ آپ کی شان میں گستاخی کرتی تھی یہ اس کو روکتا تھا مگر وہ باز نہ آتی تھی یہ اسے ڈانٹا تھا مگر وہ مانتی نہ تھی۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک رات اس نے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا شروع کیں تو اس نیبنے نے خنجر لیا اور اس کے پیٹ پر رکھ کر دبا دیا اور مار ڈالا۔ عورت کی ٹانگوں کے درمیان بچہ نکل پڑا جو کچھ وہاں تھا خون آلود ہو گیا صبح ہوئی تو یہ واقعہ حضور کو بیان کیا گیا۔ اپنے لوگوں کو جمع کیا پھر فرمایا میں اس آدمی کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے جو کچھ کیا اس پر میرا حق ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے۔ مولانا کھڑا ہو گیا لوگوں کو پھلانگتا ہوا کانپتا ہوا حضور کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں اسے مارنے والا ہوں۔ یہ آپ کو گالیاں دیتی تھی اور گستاخی کرتی تھی میں اسے روکتا تھا وہ باز نہیں آتی تھی میں دکھاتا تھا وہ ڈرتی نہ تھی۔ اسے میرے دو بچے بھی ہیں اور وہ مجھ پر مہربان بھی تھیں لیکن آج رات جب اس نے آپ کو گالیاں بکنا اور برا بھلا کہنا شروع کیا تو میں نے خنجر لیا اس کے پیٹ پر رکھا دبا دیا اور مار ڈالا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں گواہ رہو اس کے خون کا بدلہ نہیں ہے۔[94]

خلاصہ بحث

اس مقالے کا نتیجہ قرآن، احادیث اور سیرت طیبہ ﷺ سے حاصل کردہ بصیرتوں کو یکجا کرتا ہے، اور یہ بیان کرتا ہے کہ کس طرح اسلامی اصول 21ویں صدی میں بین المذاہب رواداری کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ ان بنیادی متون کا جائزہ لے کر، مسلمان اور غیر مسلم دونوں ایک جامع اور پر امن دنیا کی تشکیل کے لئے مشترکہ بنیاد تلاش کر سکتے ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

[1] خواجہ، عبدالحمید، جامع لغات، مردہ رود، کوآپریٹیو پرنٹنگ پریس، لاہور 1935ء

[2] ابراہیم مصطفی، المعجم الوسیط، مادہ س م ح، دارالکتب العلمیہ، بیروت

[3] Encyclopedia Britannica 974, v.10, p.400.

[4] Websters College dictionary Random house, New York Ed.1991.

[5] الحجرات 13

[6] المائدہ 8

[7] ھود-118

[8] بنی اسرائیل ۷۰

[9] کافرون ۴

[10] نحل ۸۲

[11] نحل ۱۲۵

[12] آل عمران ۶۴

[13] الانعام ۱۰۸

[14] الاسراء ۵۳

[15] الصفت ۳۴

[16] الفرقان ۶۴

[17] ابن ماجه ، سنن ، كتاب الزهد بَابُ: الْوَرَعِ وَالتَّقْوَى حديث نمبر: 4217

[18] ترمذی ، جامع، كتاب البر والصلة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم باب مَا جَاءَ فِي مُعَاشَرَةِ النَّاسِ حديث نمبر 1987

[19] ابن ماجه ، سنن ، كتاب الأدب، بَابُ: الرِّفْقِ، حديث نمبر: 3689

[20] ابو داود ، سنن ، كتاب الجهاد، باب في دعاء المشركين، حديث نمبر: 2614

[21] ابی داود ، سنن ، كتاب الخراج والفيء والإمارة ، باب فِي تَعْشِيرِ أَهْلِ الذِّمَّةِ إِذَا اخْتَلَفُوا بِالتِّجَارَاتِ حديث نمبر: 3052

[22] ابن ماجه ، سنن ، كتاب الديات، بَابُ: مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا، حديث نمبر: 2686

[23] ابی داود، سنن ، كتاب الزكاة، باب الصَّدَقَةُ عَلَى أَهْلِ الذِّمَّةِ، حديث نمبر: 1668

[24] بخاری ، جامع ، كتاب الأدب، بَابُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلاَ يُؤْذِ جَارَه، حديث نمبر: 6018

[25] شبلی نعمانی سیرت النبی الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور 1991ء جلد 4 صفحہ 179

[26] ابوالکلام آزاد اسلام کا نظریہ جنگ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ص 124

[27] ایضا ، سیرت النبی 147/4

[28] عمر فاروق تاریخ الجاھلیہ دار العلم بیروت 124ء ص 89

[29] ایضا

[30] انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر صفحہ 84

[31] منصور پوری قاضی سلمان رحمۃ للعالمین الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور 3/378

[32] the daily Dawn Karachi 3 March 1997

[33] P.K.Hitti, history of the earth Macmillan Co ltd London 1960 p 117

[34] البقرہ285

[35] البقرہ136

[36] النساء150۔151

[37] الانفال61

[38] الجاثیہ۴۱

[39] التوبہ۶

[40] آل عمران۶۴

[41] البقرہ۶۲

[42] محمد حمید اللہ ڈاکٹر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت کراچی، ۱۹۸۷ایڈیشن ہفتم صفحہ ۳۳۰

[43] البقرہ256

[44] محمد حمید اللہ ڈاکٹر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت کراچی، ۱۹۸۷ایڈیشن ہفتم صفحہ ۳۳۱

[45] التوبہ۱۲۸

[46] آل عمران۱۵۹

[47] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، مکتبہ السلفیہ، لاہور ص، ۶۴۷۔

[48] محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، مکتبہ ابراہیمیہ، حیدر آباد دکن، ص۷۶۔

[49] الحج ۴۰۔

[50] احمد، المسند، ۲، ۳۸۔

[51] الشعراء۲

[52] مصطفی البابی، السیرۃ النبویہ، المصر، ج۱ص۳۷۱

[53] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص۱۵۰

[54] ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج۱ س۳۸۰

[55] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص۱۵۳

[56] ایضاص۱۵۵

[57] ایضا۱۶۰

[58] ابن قیم، زاد المعاد، موسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۹۸۶ء، ج۳ص ۳۰

[59] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص۲۷۰

[60] مصطفی البابی، السیرۃ النبویہ، المصر، ج۲ص۱۳۳

[61] شبلی، سیرۃ النبی ج۲ص۲۱۹

[62] ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ا ص ۲۱۲

[63] شبلی، سیرۃ النبی ج ۲ ص ۲۱۹

[64] ایضاج ۲ ص ۲۲۳

[65] اشبلی، سیرۃ النبی ج ۲ ص ۲۲۵

[66] ایضاج ا ص ۱۷۸

[67] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص ۳۱۹

[68] ہیکل محمد حسین، حیاۃ محمد، مطبعہ النہضۃ العصریہ، القاہرہ ۱۹۴۷، ص ۲۲۷

[69] سوامی لکشمن، پرشاد، عرب کا چاند، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور ص ۲۵۴

[70] سیرۃ النبی ص ۲۲۰ ج ۲

[71] آصف قدوائی، ما قالات سیرت، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۳۴

[72] سیرۃ النبی، ص ۲۲۰ ج ۲

[73] مسلم في الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب النهي عن لعن الدواب وغيرها، رقم ۲۵۹۹

[74] ترمذی، الجامع، كتاب الإيمان عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب مَا جَاءَ فِي أَنَّ الْمُسْلِمَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ۔ رقم ۲۶۲۸

[75] مسلم، الصحيح، كِتَاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، باب تَرَاحُمِ الْمُؤْمِنِينَ وَتَعَاطُفِهِمْ وَتَعَاضُدِهِمْ، رقم 6589

[76] الحجرات ۱۰

[77] ترمذی، سنن، كتاب تفسير القرآن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب وَمِنْ سُورَةِ التَّوْبَةِ، رقم الحديث 3087

[78] ترمذی، سنن، كتاب المناقب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب مَنَاقِبِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی الله عنه رقم 3818

[79] سیرۃ النبی، ص ۹۷ ج ۲

[80] سیرۃ النبی ص ۹۴ ج ۲

[81] ایضا ص ۹۵ ج ۲

[82] ایضا ص ۹۲ ج ۲

[83] البقرہ ۲۵۶

[84] ابن سعد طبقات کبری، ص ۶۹ ج ۴

[85] سیرۃ النبی ۳۱۴ ج ۱

[86] سنن ابی داود، كتاب الخراج والفيء والإمارة، باب فِي أَخْذِ الْجِزْيَةِ، حدیث نمبر: 3041

[87] اسوہ صحابہ ۱۰۸ ج ۲

[88] ترمذی، جامع، كتاب البر والصلة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب مَا جَاءَ فِي حَقِّ الْجِوَارِ، رقم 1943

[89] چراغ محمد علی، حضرت عمر فارق، نذیب پبلشرز لاہور، ص ۱۱۷

[90] ظفر علی شاہ، محسن انسانیت، دعوۃ اکیڈمی، ص ۶

[91] بخاری، الجامع الصحیح، كتاب الأذان (صفة الصلوة، بَابُ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي لاَ يُتِمُّ رُكُوعَهُ بِالإِعَادَةِ رقم ۷۹۲

[92] مسلم ، الجامع الصحیح ، کتاب الحدود ، رقم ۴۴۱۰

[93] مسلم ، الجامع الصحیح، کِتَاب الْحُدُودِ ، باب رَجْمِ الْيَهُودِ أَهْلِ الذِّمَّةِ فِي الزِّنَا، رقم ، 4437

[94] نسائی ،سنن ، کتاب تحریم الدم ، بَابُ: الْحُكْمِ فِيمَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم رقم 4075